حکم و عبر

متاع خلوص

جس کے بغیر کوئی عقدہ حل نہ ہو گا۔

—— مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی ——

راقم ۱۹۸۰ء میں ایک بڑے قافلہ میت مسلمانوں کے عظیم الشان علمی ادارہ دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات میں ہندوستان گیا تو دل میں ایک خیال تھا کہ اس وسیع و عریض ملک میں اہل علم اور اہل دل کی بستیاں ضرور دیکھوں گا ــــ لیکن مختصر وقت، قانونی مشکلات اور دوسرے عوامل نے اس کا موقع فراہم نہ کیا۔ پھر بھی اجتماع دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد ایک چند نفری قافلہ کے ساتھ جس میں میرے بڑے بھائی اور محسن مولانا عزیز الرحمٰن خورشید وغیرہ شامل تھے ــــ کم از کم سہارنپور، مظفر نگر، دہلی کے اضلاع میں بہت سے مقامات میں نے دیکھ لیے۔ ان مقامات میں اصل دیکھنے کی بات یہ تھی کہ یہ اہل قلوب جو ان مقامات میں محو خواب ہیں، انہوں نے مسلمان قوم کی عظمت رفتہ کی بحالی کے سلسلے میں کس طرح کام کیا اور کیا رول ادا کیا۔

دیوبند سے ہم سہارنپور آئے، یہاں کا عظیم مدرسہ مظاہر العلوم، دیوبند کے مدرسہ عربی کے چھ ماہ بعد قائم ہوا۔ وقت کے بڑے بڑے فضلاء نے اس کو آباد کیا۔ اور اس میں اپنی زندگی کے قیمتی شب و روز گذارے۔ آخر کا دور حضرت محدث عصر مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا تھا۔ جو اس وقت بغرض ہجرت مدینہ منورہ زادھا اللہ تعالیٰ شرفا و تعظیما میں قیام پذیر ہو چکے تھے لیکن ان کے نفس کی گرمی چار سو موجود تھی۔ ان کے فعال و متحرک اور صاحب علم و قلم نواسے برادر گرامی اور محب محترم مولانا محمد شاہد نے ہمارے لیے سواری کا انتظام کر دیا اور ہم سب سے پہلے رائے پور گئے۔

رائے پور نام کی دو بستیاں ہمارے علمی و روحانی تاریخ میں اہم مقام رکھتی ہیں۔ ایک مشرقی پنجاب کے مشہور ضلع جالندھر میں واقع ہے۔ تو دوسری یوپی کے سرحدی ضلع سہارنپور میں۔

چنانچہ حضرت والا نے رائے پور کا مدرسہ رشیدیہ آج سہارنپور جیسے اہم شہر میں اپنی حیاتِ مستعار کی پون صدی گزار کر بھی زندگی کے سانس لے رہا ہے تو سہارنپور کی بستی رائے پور کے حوالے سے اہلِ صلاح و تقویٰ کا ایک عظیم الشان حلقہ اس وقت بھی نہ صرف پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں موجود ہے بلکہ یورپ و عربستان تک اس کے اثرات نظر آتے ہیں۔ اس دوسرے رائے پور کی آبادی بالکل برائے نام ہے، چھوٹا سا قصبہ، لبِ نہر واقع ہے، زندگی کی ہماہمی برائے نام، دنیا کی راحت کے سامان نہ ہونے کے برابر، لیکن اس مختصر سی بستی میں بیٹھ کر اہلِ صلاح کے ایک طبقہ نے جو کام کیا، اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

○ ○ ○

حضرت الامام الشاہ ولی اللہ دہلوی کا مدرسہ و مسجد جب انگریزی استبداد کا شکار ہوئے تو ان کی علمی و روحانی وراثت کا سلسلہ ادھر ادھر پھیل گیا جن میں سے ایک مرکز سہارنپور کی بستی گنگوہ تھا جس میں حضرت مولانا رشید احمد قیام پذیر تھے جنہوں نے دہلی کالج میں استاذ العلماء مولانا مملوک علی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسبِ فیض کرنے کے علاوہ ولی اللّٰہی خاندان کے آخری اساتذہ سے استفادہ کیا ـــــ ان کا روحانی تعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ سے تھا جو دو واسطوں سے امیر المومنین، مجاہدِ کبیر حضرت السید احمد بریلوی قدس سرہ کے سلسلہ سے متعلق تھے اور جنہیں سید صاحب نے اپنے دورہ سہارنپور کے زمانہ میں گود میں لے کر دعائے برکت دی تھی ـــــ مولانا گنگوہی نے اپنے رفقاء مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہ کی معیت میں اپنے شیخ حاجی صاحب کی قیادت میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں عملاً حصہ لے کر "در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق" اور "فرسان بالنہار و رہبان باللیل" کی تاریخی حقیقت کو عملاً دہرا دیا تھا ـــــ ان سے جن حضرات نے کسبِ فیض کیا ان میں ایک اہم ترین نام حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو فی الحقیقت رائے پور کی خانقاہ کے مؤسس اور ایک مجاہد فی سبیل اللہ ہی نہیں مجاہدین کے سرخیل تھے ـــــ ہم نے خانقاہ کی مسجد سے متصل ایک سادہ سی قبر دیکھی جس کے ساتھ اور قبریں بھی تھیں، یہی شاہ صاحب کی قبر تھی۔ کچی قبر، اس پہ کوئی گنبد نہ عمارت، دیا نہ بتی، لیکن قبر کی مٹی بتلا رہی تھی کہ میرے اندر جو آسودۂ خواب ہے وہ ایک گوہرِ یکتا ہے ـــــ ہمیں رہ رہ کر وہ عظیم الشان مقبرے اور گنبد دار عمارتیں نظر آ رہی تھیں جو مسلم تہذیب کا ایک حصہ بن گئی ہیں اور اب تو دکھاوے کی ہر جانی زندگی کے حامل کی قبر ایسی ہی رہی ہے جس پہ توہم پرست

مرد و خواتین سجدے کرتے ... چادریں چڑھاتے ... نذرانے دیتے ہیں اور توفیقِ خیر سے محروم اہلِ علم و اہلِ سلوک اور حکومتی حلقے ٹس سے مس نہیں ہوتے ۔

اللہ رب العزت خوب جانتے ہیں کہ اس سادہ ... اور کچی قبر کے پاس مسنون طریقے سے ایصالِ ثواب کرتے ہوئے ہمارے قلب میں عجیب و غریب خیالات آ رہے تھے اور تاریخ کا ایک باب مستقلاً سامنے کھلا نظر آ رہا تھا ۔ اور جب اس قبر سے ہٹ کر مسجد کی دوسری طرف چند مختصر حجروں پر مشتمل ایک عمارت میں گئے اور وہاں ایک بہت ہی مختصر کمرہ دیکھا جس کی چھت اتنی پست تھی کہ لانبے قد کا آدمی صحیح طریق سے کھڑا نہ ہو سکتا تھا تو پتہ چلا کہ یہی کمرہ ہے جس میں شاہ صاحب کا قیام ہوتا ـــــ شاہ صاحب اور ان کے بعد ان کے جانشین حضرت شاہ عبد القادر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کمرے میں بیٹھ کر کیا کیا معرکے سرانجام دیئے یہ ایک مستقل داستان ہے ۔

حضرت امام مولانا محمود حسن المعروف شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہورِ عام تحریک ریشمی رومال میں شاہ صاحب رائے پوری کا مؤثر حصہ تھا ۔ وہ دور تاریخ کا عجیب دور تھا ۔ ایک طرف خانقاہ نشین صوفیاء کی ایک جماعت برطانوی استبداد سے ٹکرا رہی تھی تو دوسری طرف " پیرانِ عظام " کا ایک طبقہ انگریزی سطوت کو سلام کرنے کی غرض سے مارشل لاء 1919ء کے ہیرو اور پنجاب کے ظالم گورنر جنرل اڈوائر کو لاہور میں سپاس نامہ پیش کر رہے تھے ۔

شیخ الہند جو دیوبند کے مدرسہ کے صدر مدرس تھے ان کا خود روحانی تعلق گنگوہ سے تھا تو شاہ عبد الرحیم رائے پوری بھی وہیں کے خوشہ چین تھے اور واقعہ یہ ہے کہ اس تحریک کا ابتدائی خاکہ رائے پور کے اس نیم پختہ مختصر کمرہ میں بنا اور شیخ الہند نے اپنی عدم موجودگی میں شاہ صاحب کو تمام معاملات کا نگران قرار دیا ـــــ پھر اس تحریک سے وابستہ مشائخ میں قادری سلسلہ کے دو اہم بزرگ تھے ۔ میری مراد حضرت میاں غلام محمد دین پوری اور حضرت مولانا تاج محمود امروٹی قدس سرہما سے ہے جو امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا احمد علی لاہوری رحمہما اللہ تعالیٰ کے مربی تھے ـــــ بہرطور بات تھی رائے پور کی ۔ کہ اس شہری آبادی اور شہری ہنگاموں سے الگ تھلگ ایک بستی کے نیم پختہ کمرے میں اس تحریک کا تانا بانا بنا گیا اور پھر مولانا سندھی کو کابل بھیجا گیا ـــــ افسوس کہ ترکی خلافت کی تباہی کے درپے شریف مکہ (موجودہ شاہ اردن کے پردادا) اور بعض ہندی احباب نے شیخ الہند سے لے کر مولانا

سندھی تک سب کے سب مشکلات پیدا کردیں۔ کسی کو گرفتار ہونا پڑا تو کوئی روپوش ہوا اور اس طرح یہ تحریک ابھرنے سے قبل ہی حوادث کا شکار ہوگئی۔

رائے پور کے اسی حجرہ میں مشہور عالم تبلیغی جماعت کے متعلق سوچ بچار ہوئی جس کے ذریعہ آج پوری دنیا میں ایمان ویقین کی ایک لہر اپنی موجیں دکھا رہی ہے اور اسی حجرہ میں برعظیم کے ایثار پیشہ مخلص کارکنوں کی جماعت مجلس احرار اسلام کا تانا بانا بنا گیا جس نے برطانوی سامراج کے ساتھ ساتھ اس کے خود کاشتہ پودے قادیانیت کی جڑیں کھوکھلی کردیں۔

ہمارے محترم کرم فرما مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مولانا رائپوری قدس سرہٗ کی سوانح مرتب کی ہے جس کا ایک باب اس بستی کے شب و روز پر مشتمل ہے —— اس باب میں مولانا نے برعظیم میں خانقاہی نظام کے گہرے اثرات کے ساتھ ساتھ خاص اس خانقاہ کے شب و روز کا ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ اسے پڑھ کر ہر دل پر ایک اثر ہوتا ہے —— اور اس کا تیرھواں باب اس عنوان پر مشتمل ہے۔

"خاموش دینی خدمات، تحریکوں کی سرپرستی و رہنمائی اور کارکنوں کی ہمت افزائی"

یہ باب اس قابل ہے کہ ہمارے دور کے علماء، مصلحین، اہل سیاست، قائدین اور ہر نوع کے ذمہ داروں کو اسکا مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ انہیں اندازہ ہوسکے کہ خلوص و تقویٰ کی دولت کے بغیر دنیا کا کوئی کام سرانجام نہیں پاتا اور قوت اللوازمی کے بغیر کوئی جماعت و تحریک نہیں پنپتی۔

ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس دور میں دین اسلام کا اتنا شور ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی، "اہل طاقت" سے لے کر "اہل دل" تک کبھی ایک ہی شور مچا رہے ہیں لیکن حال یہ ہے کہ مسائل برابر بڑھ رہے ہیں، شرافت کا جنازہ اٹھ رہا ہے اور حالات کی سنگینی روز بروز بڑھ رہی ہے۔

آج دین کے نام پر اور خدمت کے عنوان سے اداروں، تحریکوں اور جماعتوں کو شمار کریں تو معاملہ کہیں سے کہیں جا پہنچے گا۔ اس کے ساتھ ہی مادی وسائل کے حوالہ سے کنالوں نہیں ایکڑوں میں پھیلے ہوئے مدارس و دفاتر، پختہ عمارات پر مشتمل خانقاہیں، ان کے دروازوں پر ایستادہ نئے نئے ماڈل کی کاریں اور بہت کچھ نظر آئے گا۔ لیکن ان ساری چیزوں کے باوجود حالت یہ ہے کہ انسانیت دم توڑ رہی ہے۔ اور تاریکی بڑھ رہی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ دولت خلوص و اخلاص رخصت ہوگئی، اصلاح کے لئے نبوی طریق

آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ اور ہم لوگ دفاتر، عمارات کی پختگی میں پڑ کر یہ سوچنے لگے ہیں کہ خیر کے سبھی چشمے اسی سے پھوٹیں گے کہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر شعبہ زندگی کے قائدین کا معاملہ ایسا ہو چلا ہے کہ وہ اپنے آپ کو عام انسانی سطح سے بلند سمجھنے لگے ہیں ـــــ ان کے نزدیک ان کی عقل ہی عقل کل ہے تو سلامتی قلب کی اجارہ داری بھی انہی کے پاس ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی بارگاہ میں کسی کارکن، معاون اور بہی خواہ کی کوئی قیمت نہیں ہوتی جب تک مخلص رکر ہاں میں ہاں ملاتے رہیں وہ رہنماؤں کی آنکھ کے تارے ہیں، جب ذرا سا اختلاف کیا تو گردن زدنی قرار پائے ـــــ ہر اجتماعی قوت افراد کے گرد گھومتی ہے اور جب وہ فرد حیات مستعار پوری کر کے رخصت ہوتا ہے تو جماعت کا تاج محل زمیں بوس ہو کر رہ جاتا ہے۔ ان حالات میں کسی خیر و بھلائی کی توقع ہو تو کیوں کر؟

ہم نے اپنی حیات مستعار کے کامل ۱۸ برس دشت سیاست کی صحرا نوردی میں بسر کئے رہنماؤں کے شب و روز دیکھے، کارکنوں کا خلوص دیکھا۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ورکر جتنا مخلص ہے، رہنما اتنا ہی خود غرض ہے، وہ ساری دنیا کے محاسبہ کی بات کرے گا لیکن اپنے محاسبہ پر چیں بجبیں ہو کر رہ جائے گا۔ وہ جمہوریت کا علمبردار ہو گا لیکن عملاً بدترین آمر، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اسلام اور دین فطرت کا صبح و شام ورد کرے گا لیکن اس کی اپنی زندگی روح دین سے خالی ہو گی۔

سوچتا ہوں کہ یہ ارباب بصیرت و عزیمت اور بندگان بارگاہ الست نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔۔۔! اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے نظام کو چلانا تھا، اس نے جملہ اہتمام کئے اور بقول شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

> انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے بنیادی اہداف تین ہیں: مبدا و معاد وغیرہ کے متعلق عقائد کی تصحیح ـــ عبادات و معاملات اور معاشرت وغیرہ انسانی اعمال کی صحیح صورت اور تیسرے اخلاص و احسان ـــــ یہ تیسری چیز دین میں سب سے بڑھ کر عمیق و دقیق ہے اور نظام دین میں اس کی حیثیت وہی ہے جو جسم میں روح کی۔

پر افسوس کہ آج یہی روح مردہ ہے، آج اخلاص و احسان کا تذکرہ تو ہے لیکن اس کی حقیقت کہیں نظر نہیں آتی محض ایک ہنگامہ ہے اور ایک شور ہے اور حال یوں نظر آتا ہے کہ

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل ، وہ دکان اپنی بڑھا گئے ۔

آج ملکی سطح پر ، قومی سطح پر ، جماعتوں کی سطح پر ہر طرف مسائل کا انبار ہے ، حالات کی سنگینی کا گلہ ہے اور ظلم و ستم کی گرم بازاری کا رونا ——— لیکن کیا رونا اور گلہ کرنے سے حالات درست ہو جائیں گے ۔ ہرگز نہیں ۔ اس کے لئے ضرورت ہے ، اس اخلاص و احسان کی ——— جسے امام ولی اللہؒ نے دین کی روح سے تعبیر کیا اور ایک انہی پر کیا منحصر ہے ۔ تاریخ اسلام کی ہر بڑی شخصیت نے یہی کہا ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہی فرمایا اور خود اللہ نے یہی فرمایا :

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

جب تک ہم اپنے اعمال حیات میں دولت خلوص پوری طرح اجاگر نہ کریں گے ہمارا کوئی کام سیدھا نہ ہوگا کیونکہ سنت الٰہی یہی ہے ۔ اور سنت الٰہی تبدیل نہیں ہوتی ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دولت بے کراں سے حصۂ وافر عطا فرمائے ۔

آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

○

ڈاکٹر اسرار احمد

کی تالیف

استحکام پاکستان

اشاعت خاص ۳۰/- ۲۰/- روپے

اشاعت عام ۱۲/- روپے

قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست درج ذیل پتہ پر لکھیں

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

فون : ۸۵۲۶۱۱

پاکستان کیوں بنا ——— کیسے بنا

پاکستان کیوں ٹوٹا ——— کیسے ٹوٹا

اب ٹوٹا تو ———

پاکستان کی تاریخ کا حقیقت پسندانہ تجزیہ

اندھیروں میں اُمید کی ایک کرن

لفظ لفظ میں ——— وطن کی محبت

سطر سطر میں ——— ایمان کی چاشنی

عمل کا پیغام

اس کتاب کا مطالعہ خود بھی کیجئے اور اسے زیادہ سے زیادہ عام کیجئے